جهان فانی است و خدا باقی است — ز آب بقا بنده را ساقی است
هر آن کس که دارای وصف خداست — نمیرد که در دهر او را بقاست
نمیرد چو دل با خدا زنده شد — به پاینده پیوست و پاینده شد
دلت را به حق بند و آزاد باش — به زندان آلام دلشاد باش
مبر حاجت خویش را پیش کس — که آیین مردان همین است و بس
دریغا پی رزق اهل هوا — فراموش کردند رزاق را
نه مرد است آن کس که او از دری — رود بهر نان بر در دیگری
سگان را چنین خصلت دون بود — به آدم اگر باشد، او چون بود؟
فقط عشق سازد بشر را بشر — وگرنه بشر نیست جز جانور

چه گویم من از عشق معجز نما
به عاشق دهد رنگ معشوق را

به سعی و عمل کوش ای کامجو — که نبود بشر را بجز سعی او[1]
بکاری اگر، تخم نیکی بکار — که ناید ترا جز به نیکی به کار
درین مزرع دهر دیدم بسی — کند کشته اش درو هر کسی
بخواهی اگر انقلابی به پیش — بیا کن نخست انقلابی به خویش
خدا حال قومی نگردانده است — که خود را نگردانده، درمانده است[2]
ز من گیر یونان که ایران بود — بدون خرد ملک ویران بود
به عالم به هرجا که ویرانی است — ز نادانی است و ز نادانی است
خرد آدمی را بود مایه یی — ز آیات لطف خدا آیه یی
خرد از ره دین چو بیرون رود — همین رهنما راهزن می شود
ز حد شریعت تو بیرون مرو — خدا را پی هر فلاطون مرو
محمد نیابی به مصر و یمن — فلاطون هزاران به هر انجمن
بجز دین او در جهان دین کجاست؟ — چو آیین یکتایش آیین کجاست؟
بیا عقل را خاک راهش کنیم — دل و جان فدای نگاهش کنیم
به شمعش چو پروانه سوزیم پاک — که از سوختن ما نداریم باک
فقیران درگاه پیغمبریم — جهان را به خاطر کجا آوریم

نخواهیم بالا و پست از خدا
که ما را محمد بس است از خدا

۱- لیس للانسان الا ما سعی (قرآن ۵۳ : ۳۹).
۲- ان الله لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم (قرآن ۱۳ : ۱۱).

سید جمیل احمد رضوی*

دستاویزی طریقِ تحقیق
(DOCUMENTARY RESEARCH)

دستاویزی تحقیق کو تاریخی تحقیق (Historical Research) بھی کہتے ہیں ۔ شروع میں ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ تاریخ سے مراد کیا ہے ۔ لغت میں اس کے معنی ہیں وقت کی نشاندہی ''ارخت الکتاب و ورختہ'' سے مراد یہ ہوتی ہے کہ میں نے کتابت کا وقت درج کر دیا ۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں وقت بتا کر سارے احوال کو متعین کرنا ۔ تاریخ وہ فن ہے جس میں سارے زمانے کے واقعات سے بحث کرکے ان کی تحدید اور وقت کا تعین کیا جاتا ہے ۔ یوں کہنا چاہیے کہ اس میں ساری دنیا کے واقعات سے بحث کی جاتی ہے ۔ تاریخ کا موضوع ہے ''انسان'' اور ''زمان''[1] ۔ لفظ تاریخ (History) کا معنی ہے علم اور سچائی کی تلاش—''دریافت کرنے کے لیے تلاش کا عمل'' ۔ تاریخ گذشتہ حالات و واقعات کا مربوط بیان ہوتا ہے یا ان کی وضاحت ہوتی ہے جس کو صداقت کے پیش نظر تنقیدی زاویہ نگاہ سے لکھا جاتا ہے[2] ۔ چونکہ تحقیق کے اس طریقے میں دستاویزات اور ریکارڈز کا استعمال کیا جاتا ہے ، اس لیے اس کو دستاویزی تحقیق کہتے ہیں ۔ اس طریقِ تحقیق کا استعمال ہر علمی شعبے میں کثرت کے ساتھ کیا جاتا ہے ۔ تاریخ ، ادب ، لسانیات اور انسانی علوم میں یہ بہت اہمیت رکھتا ہے[3] ۔

تاریخ میں گذشتہ حالات و واقعات کو ان کے معاشرتی اور عمرانی پس منظر میں دیکھا جاتا ہے ۔ تاریخ کا میدان بہت وسیع ہے اتنا ہی وسیع جتنی کہ انسان کی زندگی ۔ یہ انسان کے تمام تر ماضی کے واقعات سے متعلق ہے ۔ حالات و واقعات کو تاریخی تناظر میں دیکھنے کے ساتھ ساتھ ان کو اس طرح بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ ایک خاص معاشرتی ماحول میں وقوع پذیر ہوتے ہیں ۔ ان کا ظہور الگ حیثیت سے نہیں ہوتا ، بلکہ معاشرتی عمل سے ان کا گہرا تعلق ہوتا ہے ۔ کسی فرد کے سوانحی حالات اس وقت تاریخ کا روپ دھار لیتے ہیں جب اس کو اپنے زمانے کے معاشرے کے حوالے سے زیر بحث لایا جاتا ہے ۔ لیکن جب اس کے حالات کو معاشرتی پس منظر سے الگ کرکے زیر بحث لایا جائے گا ، تو وہ تاریخ نہ ہوگی ۔[4]

---

*ڈپٹی چیف لائبریرین ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، لاہور ۔

تاریخی یا دستاویزی تحقیق کے فائدے

انسانی زندگی کا ماضی کے واقعات سے گہرا تعلق ہوتا ہے ۔ وہ ان سے بہت کچھ سیکھ سکتا ہے ۔ ماضی کو سامنے رکھ کر وہ حال کے مسائل کا حل تلاش کر سکتا ہے اور مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل طے کر سکتا ہے ۔ ماضی کے آئینے میں جھانک کر حال و مستقبل کے لیے راہ متعین کی جاتی ہے ۔ اس لحاظ سے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اس طریقِ تحقیق کی اہمیت کیا ہے ۔ ہل اور کربر (Hill and Kerber) کہتے ہیں :

۱۔ عصری مسائل کا حل ماضی میں تلاش کیا جاتا ہے ۔
۲۔ یہ حال و مستقبل کے رجحانات پر روشنی ڈالتا ہے ۔
۳۔ تمام تہذیبوں میں باہمی اثر انداز ہونے والے عوامل ہوتے ہیں ۔ دستاویزی تحقیق سے ہمیں ان کی اہمیت اور اثرات کا علم ہوتا ہے ۔
۴۔ اس طریقے سے ہم اس قابل ہوتے ہیں کہ عصر حاضر میں ماضی کے بارے میں جو فرضیات ، نظریات اور عام اصول پائے جاتے ہیں ، ان کے بارے میں موجود معلومات (Data) کی دوبارہ جانچ پرکھ کر سکیں ۔

ان دونوں مصنفین کے نزدیک تاریخ میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ ماضی کو سامنے رکھ کر مستقبل کے متعلق پیش گوئی کی جاتی ہے اور زمانہ حال ماضی کی وضاحت کرتا ہے ۔ اس طرح اس میں دو گونہ خوبی پائی جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ طریقہ ہر قسم کی عالمانہ تحقیق کے لیے بہت مفید ہے ۔*

وان ڈیلن Van Dalen نے تاریخی تحقیق پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ہے :

۱۔ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ جو زمانہ گزر گیا ، سو گزر چکا ، ماضی میں جو کچھ ہؤا اس کو حقیقت میں کبھی بھی سمجھا نہیں جا سکتا اور مستقبل میں مسائل اور حالات کبھی بھی ایسے نہ ہوں گے جو ماضی کے ساتھ مکمل مشابہت رکھتے ہوں ۔ لیکن اس کے برعکس بعض لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ تاریخی تحقیق ہمارے تجربے کو وسیع کرے گی ، انسانی فطرت کا مطالعہ کرنے کے لیے ہمیں گہری بصیرت عطا کرے گی اور بتائے گی کہ انسانی اقدار کیا ہیں ۔

۲۔ ہمارے ورثے کا علم ہمیں اس قابل بنائے گا کہ ہم اپنے آپ کو بہتر طور پر سمجھ سکیں اور اس بات کا بھی بہتر ادراک کر سکیں کہ ہمارے عہد کا تعلیمی نظام (اور دوسرے ادارے) کس طرح معرض وجود میں آئے ۔

۳۔ تاریخ ہماری سماجی ، سیاسی اور اخلاقی تنگ نظری کو بدل سکتی ہے ، ہمیں بتاتی ہے کہ افراد اور جماعتیں تبدیلی لانے میں اہم رول ادا کر سکتے ہیں ۔

دوسرے لوگوں کے ساتھ ہمیں تحمل سے پیش آنا چاہیے اور اپنے ہمعصر لوگوں کے ساتھ زیادہ رواداری کا مظاہرہ کرنا چاہیے خصوصاً جب ہم فطرت کی پیچیدگیوں اور تبدیلی کے عمل سے نمٹ رہے ہوں ۔

۴۔ ماضی کے علم کی ترکیب (Synthesis) اور رشتہ بندی ہماری مدد کرتی ہے کہ ہم عصری مسائل کے بارے میں فیصلے زیادہ ذہانت کے ساتھ کر سکیں اور اس طرح انسانی کوشش میں بچت بھی ہوتی ہے ۔ اگرچہ تاریخ ہمیں صحیح صحیح پیش گوئی کرنے کی قوت عطا نہیں کرتی ، لیکن اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کن چیزوں کو آزما لیا گیا ہے ، کس قسم کا عمل کامیاب رہا اور کون سا ناکام ۔ اس طرح ہم متبادل راہ عمل اختیار کر سکتے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ ہمیں بتا رہی ہے کہ انسان نہ تو اپنی قسمت کا مالک ہے اور نہ ہی وہ قسمت کے سامنے بے دست و پا ہے ۔[۶]

طریق کار

جب محقق تاریخی تحقیق کے مطابق کام شروع کرتا ہے تو اس کو بہت سے ایسے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جو دوسری قسم کی تحقیق میں مشترک ہوتے ہیں ، لیکن وہ چند ایسے مسائل سے بھی دوچار ہوتا ہے جو اس کے موضوع کے ساتھ مختص ہوتے ہیں ۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خاص معیار (Standards) اور اسلوب (Techniques) اختیار کرتا ہے ۔ طریق کار کے مختلف مدارج درج ذیل ہیں :

۱۔ مسئلے کی تشکیل ۔
۲۔ ماخذ و مصادر کی جمع آوری ۔
۳۔ مصادر کی جانچ پرکھ ۔
۴۔ واقعات یا حالات کی وضاحت کے لیے فرضیات (Hypothesis) کی تشکیل ۔
۵۔ حقائق کی وضاحت اور نتائج کا بیان ۔

۱۔ مسئلے کی تشکیل

اس میں عموماً ان اصولوں کا اطلاق ہوتا ہے جو موضوع اور اس کے انتخاب کے بارے میں رہنمائی کا کام دیتے ہیں ۔ جس شعبۂ علم میں تحقیق کی جانی مقصود ہو ، اس کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھ کر مسئلے کی تشکیل کی جا سکتی ہے مثلاً اگر تعلیمات کے شعبے میں مسئلے کی تلاش ہے تو اس کے لیے یہ پہلو مفید ثابت ہو سکتے ہیں ۔ افراد ، ادارے ، انجمنیں ، ضوابط ، نصابات ، انتظامی ہیئت ، نصابی کتب ، تدریس میں تیاری کا طریق کار ، تدریسی ساز و سامان اور وہ اہم تصورات و نظریات جنھوں نے تعلیم کو متاثر کیا ہے ۔ اسی طرح اگر لائبریری سائنس کے

شعبے میں مسئلے کو تشکیل دیا جا رہا ہے تو کتب خانے، لائبریرئینز، اور سروس فراہم کرنے کے مختلف پہلو تاریخی تحقیق کا موضوع بن سکتے ہیں - پنجاب یونیورسٹی کے شعبۂ لائبریری سائنس میں تنویر جہاں خان نے اس طریق تحقیق کو استعمال کرکے ایک مقالہ ۱۹۸۱ء میں لکھا - اس کا عنوان ہے : ہندوستان میں مسلم حکمرانوں کے عہد میں کتب خانے (۱۲۰۶ - ۱۷۰۷ء) - اسی شعبے میں ایک اور طالبہ اس سال (۱۹۸۲ء) پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے تاریخی جائزے پر کام کر رہی ہیں - اسی طرح کسی معروف لائبریرین پر تاریخی حیثیت سے کام کیا جا سکتا ہے کتب خانوں کے ارتقاء پر اس طریق تحقیق کو استعمال کر کے کام کیا جا سکتا ہے مثلاً وہ کون سی قوتیں تھیں جو برصغیر پاک و ہند میں عوامی کتب خانوں کے قیام کا باعث بنیں یا یہ موضوع بھی ہو سکتا ہے کہ برصغیر میں عہد مغلیہ میں عوامی کتب خانوں کے قیام کا تاریخی جائزہ - کتب خانے کی قسم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ موضوع بھی بن سکتا ہے : پاکستان کے قیام سے لے کر ۱۹۸۰ء تک جامعاتی کتب خانوں کا تاریخی جائزہ - بہرحال متعلقہ شعبۂ علم کے کسی پہلو کو سامنے رکھ کر تحقیقی مسئلے کی تشکیل کی جا سکتی ہے - بشا اور ہارٹر (Busha and Harter) نے لائبریری سائنس کے تاریخی مقالات کی فہرست دیتے ہوئے مندرجہ ذیل موضوعی سرخیاں قائم کی ہیں :

۱- تعلیمی اور تحقیقی کتب خانے -
۲- سوانح (لائبریرئینز کے حالات بحوالہ لائبریری سائنس) -
۳- عوامی کتب خانے -
۴- خصوصی کتب خانے -
۵- لائبریری کی خدمات اور مختلف پروگرام -
۶- عصری تاریخ[۷] -

۲- ماخذ و مصادر کی جمع آوری

اس مرحلے پر ان ماخذ اور دستاویزات کو جمع کرکے ان سے استفادہ کیا جاتا ہے جن پر تحقیق کی بنیاد رکھی جانی ہے - عام طور پر دو قسم کے مصادر استعمال کیے جاتے ہیں - ایک کو بنیادی مصادر (Primary Sources) کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو ثانوی مصادر (Secondary Sources) کا نام دیا جاتا ہے -

(ا) بنیادی مصادر

یہ وہ دستاویزات ہوتی ہیں جن میں ان واقعات وغیرہ کا ریکارڈ شامل ہوتا ہے جن کو مصنف نے خود دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا یعنی بنیادی مصادر میں چشم دید شہادت موجود ہوتی ہے جو تاریخ کی معقولیت (Validity) اور قدر و قیمت

کو بڑھا دیتی ہے ۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کی دستاویزات میں ابتدائی معلومات درج ہوتی ہیں ۔ جے۔ لیونرڈ بیٹس J. Leonard Bates نے کہا ہے کہ عام طور پر مؤرخین بنیادی مصادر کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں :

''بنیادی مخطوطات جن کی مزید تقسیم اس طرح کی جا سکتی ہے : ۱۔ ذاتی کاغذات ۲۔ دستاویزی ریکارڈز ۳۔ انٹرویوز ۴۔ اور متفرقات ، بنیادی مطبوعات ہیں ۱۔ مرکزی حکومت کی مطبوعات ۲۔ صوبائی حکومت کی مطبوعات ۳۔ خود نوشت سوانح عمریاں اور یادداشتیں ۴۔ تقریروں اور خطوط کے مجموعے ۵۔ اور معاصر مضامین شامل ہوتے ہیں''۔[۸]

(ب) ثانوی مصادر

وہ ریکارڈز ہوتے ہیں جن کو وہ فرد یا افراد مرتب کرتے ہیں جو خود واقعے میں شریک نہیں ہوتے یا جنھوں نے خود اس واقعے کا مشاہدہ نہیں کیا ہوتا ۔ لہٰذا یہ ان افراد کی شہادت ہوتی ہے جو (واقعے کے) چشم دید گواہ نہ تھے ، لیکن انھوں نے کسی وجہ سے اس کا ریکارڈ تیار کیا ۔[۹] اگر کوئی مصنف کسی دوسرے مصنف کا اقتباس پیش کرتا ہے تو یہ ثانوی مصادر میں سے شمار ہوگا ۔ نصابی کتب ، جنتریاں ، دائرۃ المعارف اور اطلاعات کے ایسے ہی خلاصے ثانوی مصادر گنے جاتے ہیں ۔[۱۰] ہاں بعض اوقات تحقیق کی نوعیت مصادر کی نوعیت کو بدل دیتی ہے مثلاً نصابی کتابوں کو ثانوی مصادر میں شمار کیا جاتا ہے ، لیکن اگر کوئی محقق شعبۂ تعلیم میں نصابی کتب کی ترتیب و تدوین پر کام کر رہا ہو تو اس صورت میں نصابی کتابیں ثانوی کی بجائے بنیادی مآخذ کی حیثیت اختیار کر جائیں گی ۔

تاریخی تحقیق میں محقق کوشش کرتا ہے کہ وہ بنیادی مصادر سے استفادہ کرے ۔ جب وہ کام شروع کرتا ہے تو عموماً ثانوی مصادر سے مطالعے کا آغاز کرکے بنیادی مصادر کی طرف لوٹ جاتا ہے ۔

ریکارڈز اور آثار

اس طریقِ تحقیق میں کئی قسم کے ریکارڈز استعمال کیے جاتے ہیں ۔ اسی طرح مختلف قسم کے آثار (Remains) سے استفادہ کیا جاتا ہے ۔ ان کی تفصیلات وان ڈیان کے حوالے سے ذیل میں درج کی جاتی ہیں[۱۱] :

۱۔ سرکاری ریکارڈز

مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کی دستاویزات جن کو مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت تیار کرتی ہے ، مثلاً آئین ، قوانین ، چارٹرز ، عدالتی روئدادیں اور فیصلے ، ٹیکس

کی فہرستیں اور اہم اعداد و شمار ۔ وہ معلومات جن کو مرکزی یا صوبائی محکمہ تعلیم کے شعبے ، کمشن ، پیشہ ورانہ انجمنیں ، یا انتظامی اتھارٹی مرتب کرتی ہے مثلاً کمیٹیوں کی روئدادیں ، انتظامی نوعیت کے احکام ، سالانہ رپورٹیں ، میزانیے ، تنخواہوں کی فہرستیں ، حاضری کے ریکارڈز ، حادثات کی رپورٹیں اور کھلاڑیوں کے ریکارڈز ۔

۲۔ ذاتی ریکارڈز

ان میں ڈائریاں ، خود نوشت سوانح عمریاں ، خطوط ، وصیت نامے ، جائداد کے کاغذات ، معاہدے ، لیکچر کے اشارات ، تقاریر ، مضامین اور کتابوں کے اصل مسودات شامل ہوتے ہیں ۔

۳۔ زبانی روایات (Oral Traditions)

ان میں اساطیر ، لوک کہانیاں ، خاندانی کہانیاں ، کھیلیں ، تقریبات اور واقعات کی چشم دید یادیں شامل ہوتی ہیں ۔

۴۔ تصویری ریکارڈز (Pictorial Records)

ان میں تصویریں ، متحرک تصویریں ، مائیکرو فلمیں ، مصوری کے نمونے ، سکے اور مجسمے آتے ہیں ۔

۵۔ مطبوعہ مواد

اس میں اخبار ، کتابچے اور رسالوں کے مضامین شامل ہوتے ہیں ۔ اس کے علاوہ زیر تحقیق مسئلے کے بارے میں ادبی اور فلسفیانہ کتابیں بھی شامل کی جاتی ہیں ۔ ہل وے (Hilway) نے اس سلسلے میں کہا ہے : ''ایسی ادبی تخلیقات مثلاً نظمیں ، ناول ، ڈرامے اور مضامین جو اصل واقعات کے بارے میں معلومات فراہم کر سکتے ہیں ، لیکن محقق زیادہ تر ان میں موجود خیالات کے پیش نظر ان کا معائنہ کرتا ہے ۔ ادبی یا لسانیاتی مطالعات میں صرف ''تحریریں'' ہی بجائے خود معلومات کا ضروری ماخذ قرار پاتی ہیں''۔[۱۲]

۶۔ میکانکی ریکارڈز

ان میں انٹرویوز اور اجلاس کی کارروائی شامل ہوتی ہے جس کو فیتے (Tape) کی شکل میں تیار کر لیا جاتا ہے ۔ فوٹو گراف ریکارڈز بھی اسی میں آ جاتے ہیں ۔

۷۔ آثار (Remains)

تاریخی تحقیق کرنے والوں کے لیے ایسے آثار بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں جو معلومات کا ذریعہ بنتے ہیں ۔ ہڑپہ اور موہنجو داڑو سے ملی ہوئی قدیم اشیاء بہت

سی اطلاعات فراہم کرتی ہیں ۔ وہ کھلونے ، برتن اور آلات جو کسی قبرستان سے ملتے ہیں ، ماضی کے متعلق کافی اطلاع دے سکتے ہیں ۔ بعض اوقات ایسے آثار سرکاری دستاویزات کی نسبت اصل معمولات اور حالات کو بہتر طور پر ظاہر کرتے ہیں ۔ کسی مؤرخ کے لیے درج ذیل قسم کے آثار مفید ثابت ہو سکتے ہیں ۔

(ا) مادی (Physical) آثار :

ان میں عمارتیں ، فرنیچر ، ساز و سامان ، ملبوسات ، اوزار و آلات ، عطیات (مثلاً تمغے وغیرہ) اور انسانی ڈھانچے شامل ہوتے ہیں ۔ ان کے علاوہ مٹی کی تختیوں پر تحریریں ، کندہ کیے ہوئے پتھر ، مہر زدہ سکے ، برتن اور مجسمے بھی ان میں شامل کیے جاتے ہیں ۔

(ب) مطبوعہ آثار :

ان میں نصابی کتب ، معاہدات ، حاضری کے فارم ، رپورٹ کرنے کے کارڈز اور اخباری اشتہارات آتے ہیں ۔

(ج) خطی مواد :

مخطوطات — پیپرس، ایسی تختیاں (اینٹیں) جن میں خط میخی میں تحریر ہوتی ہے، چمڑے پر لکھے ہوئے مخطوطات اور جدید دور کی ٹائپ کی ہوئی دستاویزات۔[۱۳] مصوری کے نمونے بھی اسی میں شامل کیے جاتے ہیں ۔

چونکہ آثار ٹھوس شہادت فراہم کرتے ہیں — ایسی شہادت جس کا ذاتی طور پر معائنہ کیا جا سکتا ہے ۔ اس لیے وہ ریکارڈز کی نسبت زیادہ قابل اعتبار ماخذ بن جاتے ہیں مثلاً ایک ایسا آلہ جو قدیم زمانے میں طلبہ کو سزا دینے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا ، اگر وہ کسی اسکول کے مقام پر مل جاتا ہے تو اس کو ناپا جا سکتا ہے ، اس کا وزن کیا جا سکتا ہے اور اس کی وضاحت کی جا سکتی ہے ۔ اس امر کی توضیح و توجیہ کرنا کہ اس کی حیثیت کیا ہے ؟ اس کو کیسے ، کب اور کیوں استعمال کیا جاتا تھا ؟ تو اس کے لیے محقق کو وہ رپورٹیں دیکھنا ہوں گی جو اس عہد کے لوگوں نے تیار کی تھیں ۔

۸۔ متفرقات :

ان میں ہل وے نے یہ چیزیں شامل کی ہیں ۔ فن کے مختلف نمونے ، موسیقی کی دھنیں ، یادگاریں اور دیگر متفرق ذرائع جن سے معلومات مل سکتی ہیں ۔[۱۴]

تاریخی تحقیق کے سلسلے میں بشا اور ہارٹر Busha and Harter نے چند قسم کے مصادر کو گنوایا ہے ۔[۱۵] ان کو لائبریری سائنس اور دوسرے علوم مثلاً انسانی

علوم اور معاشرتی علوم کی تاریخی تحقیق میں بھی استعمال کیا جاتا ہے - ان مصادر کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

۱- سالنامے :

ایسا ریکارڈ جو سالانہ بنیاد پر مرتب کیا جاتا ہے - اس میں عام طور پر واقعات کو زمانی اعتبار سے درج کیا جاتا ہے ، لیکن ان کی اہمیت کا اظہار نہیں کیا جاتا مثلاً کتب خانوں یا دیگر اداروں کی سالانہ رپورٹیں۔

۲- دستاویزات (Archives) :

ان میں پبلک اور سرکاری دستاویزات آتی ہیں - یہ اصطلاح اس مخزن کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے جہاں دستاویزات (Documents) کو محفوظ کیا جاتا ہے ، ان کی ترتیب و تنظیم کی جاتی ہے اور ان کو استعمال کیا جاتا ہے -

۳- فہرست (Catalogue) :

چیزوں کی مکمل فہرست (کتب ، ساز و سامان وغیرہ) جو کہ عام طور پر وضاحتی نوعیت کی ہوتی ہے اور اس کو کسی نظام کے تحت ترتیب دیا ہوتا ہے -

۴- کرانیکل (Chronicle) :

حقائق و واقعات کا زمانی اعتبار سے ریکارڈ جس کا تجزیہ اور توجیہ و توضیح نہیں کی ہوتی -

۵- وثیقہ :

وہ سرکاری دستاویز جس میں ایک شخص سے دوسرے شخص کے نام جائداد کی منتقلی کا ریکارڈ ہوتا ہے -

۶- قصے کہانیاں (Legend) :

غیر معمولی واقعات کی کہانی جو ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتی ہے - اس کی اصل روایتی یا افسانوی نوعیت کی ہوتی ہے - اور اس میں ایسی اطلاع پائی جاتی ہے جس کی عام طور پر جانچ پرکھ نہیں کی جا سکتی -

۷- مخطوطہ (.Ms) :

ایسی دستاویز جو خطی ہو یا ٹائپ کی ہو (اس میں کاربن کی کاپیاں بھی شامل کی جاتی ہیں) - اس میں خطوط ، تاریں ، روزنامچے ، رسیدیں ، ذاتی حالات ، فہرستیں ، اجلاس کی روئدادیں ، معاہدے ، ٹیکس کے ریکارڈز ، قانونی سرٹیفکیٹ (متعلقہ پیدائش موت ، شادی وغیرہ) ، ادبی کتب، تقاریر اور دوسری دستاویزات کے اصل مسودات جو شخصیات یا افراد سے تعلق رکھتے ہیں -

۸- یادداشت (Memoir) :

ان واقعات کی یادداشت یا رپورٹ جس کی بنیاد مصنف کی زندگی، اس کے مشاہدات یا اس کی کسی خاص انفارمیشن پر ہوتی ہے - ان ریکارڈز کو یادداشتیں کہا جاتا ہے -

۹- یادگار (Memorial) :

کسی فرد یا واقعہ کی یاد میں کوئی کی ہوئی ، کہی ہوئی ، یا تعمیر کی ہوئی چیز کو یادگار کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - مثلاً اے-سی ولنر A.C. Woolner جو کہ پنجاب یونیورسٹی میں مختلف ممتاز عہدوں (پرنسپل اورینٹل کالج ، رجسٹرار، لائبریرین اور وائس چانسلر) پر فائز رہے ان کا انتقال ۷ جنوری ۱۹۳۶ء کو ہوا - ''ان کی وفات کے بعد ان کی بہت سی یادگاریں قائم کی گئیں - ۱۹۴۰ء میں ان کے رفقاء نے ان کی یاد میں ۳۲۸ صفحات پر مشتمل وولنرز کومیموریشن وولیوم Woolners Commemoration Volume (انگریزی) پیش کیا ہے جسے پروفیسر مولوی محمد شفیع نے مرتب کیا اور جس میں مشرق و مغرب کے نامور محققین کے ۵۲ تحقیقی مقالات (سوانحی مضامین کے علاوہ) پیش کیے''-[۱۶]

۱۰- اسناد حقوق و مراعات (Muniment) :

ایسی دستاویز جس میں کسی جائداد کے استحقاق کی شہادت موجود ہو یا حقوق و مراعات کے مطالبے کی شہادت موجود ہو -

۱۱- رجسٹر :

تحریری ریکارڈ جو کہ عام طور پر سرکاری نوعیت کا ہوتا ہے اور اس کو مستقبل میں استعمال کرنے کے لیے مرتب کیا جاتا ہے - اس میں واقعات مثلاً پیدائش و موت کے بارے میں سلسلہ وار اندراجات ہوتے ہیں - کتب خانوں میں اندراج رجسٹر بھی تیار کیے جاتے ہیں -

۱۲- رول (Roll) :

ناموں کی فہرست جس کو کسی خاص مقصد کے لیے ریکارڈ کیا جاتا ہے - اس کا استعمال حاضری کی پڑتال کے لیے کیا جاتا ہے مثلاً کلاس روم میں حاضری یا افراد (فوج) کی فرد حاضری -

۱۳- جدول (Schedule) :

تفصیلات یا بیانات کی گوشوارے کی صورت میں فہرست جو کہ عام طور پر بار بار رونما ہونے والے واقعات ، نظام الاوقات ، یا پہلے سے طے کی ہوئی ترتیب کے مطابق واقعات کے نقشے کا ریکارڈ رکھتی ہے -

دستاویزی مواد حاصل کرنے کے مقامات یا ذرائع :

تاریخی تحقیق میں استعمال ہونے والی دستاویزات مختلف مقامات اور ذرائع سے حاصل کی جا سکتی ہیں ۔ اس سلسلے میں بعض حوالہ جاتی کتب رہنمائی فراہم کرتی ہیں ۔ کتب خانوں کی فہرستیں ، رسائل و جرائد کے اشاریے ، کتابیات ، تاریخی مواد سے متعلق تبصرے تحقیقی مقالات اور تحقیقی رسائل کافی رہنمائی دیتے ہیں ۔

مقامی کتب خانوں سے بھی دستاویزات مل جاتی ہیں ۔ لیکن تلاش کا دائرہ دوسرے کتب خانوں تک وسیع ہونا چاہیئے مثلاً اگر کوئی طالب علم جامعہ پنجاب کے کسی شعبے میں تحقیق کر رہا ہے تو اس کو شعبہ جاتی کتب خانے کے علاوہ مرکزی لائبریری سے بھی استفادہ کرنا چاہیے ۔ ملک کے دوسرے جامعاتی کتب خانے اور بڑے بڑے عوامی کتب خانے زیر تحقیق موضوع کے بارے میں کافی مواد فراہم کر سکتے ہیں ۔

اسی طرح بعض دانشوروں کے ذاتی کتب خانے بہت قیمتی کتب اور دستاویزات رکھتے ہیں ۔ ان سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے مثلاً ذخیرۂ شیرانی ، مخزونہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری ، کے مخطوطات میں بہت گرانقدر دستاویزات اور وثیقہ جات موجود ہیں جو تاریخی تحقیق میں بہت اہم ثابت ہو سکتے ہیں ۔

ملک کے عجائب گھروں میں بھی تاریخی دستاویزات محفوظ کی جاتی ہیں مثلاً لاہور عجائب گھر میں ایسی بہت سی چیزیں محفوظ ہیں اسی طرح نیشنل میوزیم کراچی میں بہت سی تاریخی دستاویرات اور مخطوطات محفوظ ہیں ۔ محقق ایسے مقالات سے بھی استفادہ کر سکتا ہے ۔

سرکاری ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے آرکائیوز Archives کے شعبے قائم کیے جاتے ہیں ۔ پاکستان میں صوبائی اور مرکزی سطح پر ایسا اہتمام کیا گیا ہے ۔ ڈاکٹر تبسم کاشمیری رقم طراز ہیں :

''مواد کا ایک اہم ذریعہ آرکائیوز (Archives) ہیں جیسے لاہور میں پنجاب آرکائیوز اور اسلام آباد میں نیشنل آرکائیوز ۔ یہاں اہم قومی ریکارڈز محفوظ کیے جاتے ہیں ۔''[۱۷]

ذاتی اور انفرادی کوشش سے بھی اہم معلومات مل جاتی ہیں ۔ اگر صاحب علم و فضل اور تجربہ کار لوگوں سے بھی بات کی جائے تو وہ بھی قابل قدر ذرائع کی نشاندہی کر سکتے ہیں ۔ پرانی کتابوں کا کاروبار کرنے والے لوگ بھی اہم مواد فراہم کر دیتے ہیں ۔ ان کے سٹور پر جانا فائدہ مند ثابت ہوتا ہے ۔ کسی ادارے میں جن لوگوں نے کام کیا ہوتا ہے ان کی ذاتی فائلیں ، خط و کتابت ، یادداشتیں ، خطبات کے اشارات (Notes) ، وغیرہ وہاں سے مل جانے کے امکانات ہوتے ہیں مثلاً پنجاب یونیورسٹی نے ۱۹۱۵ء میں ایک امریکی لائبریرین آساڈان ڈکنسن (Asa Don

Dickinson) کو لائبریری کی تنظیم نو کے لیے بلایا تھا انھوں نے ایک سال یہاں قیام کیا ۔ ان کی خط و کتابت اور وہ رپورٹ جو انھوں نے لائبریری کی تنظیم نو کے لیے دی تھی ، وہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کی تاریخی تحقیق میں ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اسی طرح ڈاکٹر اے ۔ سی ولنر کے پاس کئی سال تک اس لائبریری کا اعزازی چارج رہا۔ اس سلسلے میں ولنر کی وہ خط و کتابت جو انھوں نے بحیثیت لائبریرین کی ، بہت اہمیت رکھتی ہے ۔

عظیم قومی شخصیات کی رہائش گاہیں جن کو ان کی وفات کے بعد میوزیم میں بدل دیا جاتا ہے ، وہاں سے بھی ان کے بارے میں بہت قیمتی دستاویزات مل جاتی ہیں مثلاً علامہ اقبال میوزیم ، لاہور یا کراچی میں بابائے قوم قائداعظم کا میوزیم ۔

محقق کو دستاویزی مواد کی تلاش میں بسا اوقات صبر آزما اور کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے ۔ ان ذرائع سے معلومات کی جمع آوری میں کامیابی کا انحصار اس کے تخیل ، عزم صمیم اور مستقل مزاجی پر ہوتا ہے ۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ زیر تحقیق موضوع مثلاً کتب خانے سے متعلق تاریخی ریکارڈز مخفی مقامات سے بھی ملے ہیں مثلاً بے کار اور ردی کتابیں جنھیں مقامی تاریخ کے ذخیرے میں رکھا ہوتا ہے ، ان سے بھی مفید معلومات مل جاتی ہیں ۔ بہرحال تلاش میں عزم اور مسلسل کوشش کامیابی کا دروازہ کھولتی ہے ۔[۱۸]

دستاویزات پر تنقید :

محقق کے لیے یہ مرحلہ بہت اہم ہوتا ہے ۔ مصادر کی جمع آوری کے بعد ان کو دیکھنا چاہیے کہ یہ کس حد تک قابل اعتبار ہیں۔ اس طرح تحقیق میں معتبر دستاویزات کا استعمال نہایت ضروری ہوتا ہے ، ورنہ نتائج مشکوک اور ناقابل اعتبار نکلیں گے ۔ اس لیے معمول یہ ہوتا ہے کہ مصادر کو تنقیدی نقطہ نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔ عموماً دو قسم کی تنقید کی جاتی ہے ۔ خارجی اور داخلی ۔

خارجی تنقید / خارجی جانچ پرکھ (External Criticism/Appraisal) :

دستاویز کی خارجی جانچ پرکھ سے مراد یہ ہے کہ کیا دستاویز اصلی ہے اور کیا اس کو معتبر سمجھا جا سکتا ہے ؟ کیا دستاویز اپنے دعوے میں درست ہے ، کیا جو ظاہر کرتی ہے ، درحقیقت وہی ہے ؟ تا کہ معلوم کیا جائے کہ اس کی شہادت قابل قبول ہے یا نہیں ۔

خارجی تنقید میں اس کے مصنف ، مقام تصنیف اور سال تصنیف کے بارے میں معلومات کی جانچ پرکھ کی جاتی ہے ۔ دستاویز کا مصنف وہی ہے جو اس پر ظاہر کیا گیا ہے یا کوئی اور ہے ۔ کیا جو سال تصنیف بتایا گیا ہے ، وہ حقیقت پر مبنی ہے

یا اس میں شک و شبہ کی گنجائش موجود ہے ۔ خارجی تنقید کے لیے مختلف قسم کے سوالات اٹھائے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ زیر نظر دستاویز کا بغور معائنہ کیا جاتا ہے ۔ وان ڈیلن (Van Dalen) نے اسی مقصد کے لیے جن سوالات کو بیان کیا ہے ، ان کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے ۔[۱۹]

''مصنف کے بارے میں معلومات حاصل کرنے ، مجہول مصنف اور تاریخ نہ رکھنے والی دستاویزات کی نشاندہی کرنے ، اور جعلی دستاویزات کا سراغ لگانے ، سرقے اور ادبی خیانت دریافت کرنے ، غلط شناخت کی ہوئی دستاویزات کی نشاندہی کرنے ، یا کسی دستاویز کو اصل صورت میں لانے کے لیے اکثر اوقات بہت محنت اور عرق ریزی سے سراغ رسانی کا کام کرنا پڑتا ہے ۔ جب محقق سراغ لگا رہا ہوتا ہے ، تو وہ دستاویزات کا گہری نظر سے معائنہ کرتا ہے اور موزوں سوالات اٹھاتا ہے :

(۱) ریکارڈ کو تیار کرنے کے لیے کون سا جذبہ محرک ثابت ہوا ۔ خاص طور پر دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ کیا مالی فائدہ ، طرفداری کے میلانات ، خوش کن اور دل بہلانے والے فریب کی خواہش یا علمی ، خاندانی ، گروہی یا قومی تفاخر اس کا محرک بنا ۔

(۲) کیا دستاویز کے ملنے کا واقعہ مشکوک یا قابل اعتراض تو نہیں ؟

(۳) کیا یہ رپورٹ یا کہانی واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کے طویل مدت بعد ظاہر ہوئی یعنی واقعہ اور اس کی رپورٹ کے درمیان طویل زمانی فاصلہ بھی دستاویز کو مشکوک بنا دیتا ہے ۔ یہاں پر اسکندریہ کے کتب خانے میں کتب سوزی کے واقعہ پر تنقیدی نظر اس نقطے کی وضاحت کرے گی ۔ پس منظر کو بیان کرنے کے لیے چند سطور اس واقعے کے بارے میں درج کی جاتی ہیں ۔

پہلی دفعہ چھٹی صدی ہجری کے اواخر اور ساتویں ہجری کے اوائل میں ایک عیسائی مصنف عبداللطیف بغدادی نے کتاب : ''الافادۃ والاعتبار فی الامور المشاھدۃ والحوادث المعاینۃ فی الارض مصر'' (جس کا موضوع صرف وہ حالات و واقعات ہیں جو مصنف نے مصر میں بچشم خود دیکھے ، حقیقت میں یہ اس کا سفر نامہ ہے) میں کتب خانہ اسکندریہ کے سابق مقام پر واقع ایک ستون ''عمود السواری'' کا ذکر کرتے ہوئے لکھا :

''و یذکر ان ھذا العمود من جملۃ اعمدۃ کانت تحمل رواق ارسطاطالیس الذی کان یدرس بہ الحکمۃ و انہ کان دار علم و فیہ خزانۃ کتب حرقھا عمرو بن العاص باشارۃ عمر بن الخطاب.''

ترجمہ : اور کہا جاتا ہے کہ یہ ستون منجملہ ان ستونوں کے ہے جس پر وہ چھت قائم تھی جو ارسطو کا رواق تھا اور جہاں ارسطو حکمت کا درس دیا کرتا تھا اور یہ کہ وہ دارالعلم تھا اور اس میں وہ کتب خانہ تھا جس کو عمرو بن العاص نے عمر بن خطاب کے اشارے سے جلا دیا۔[۲۰]

اگر اس پر تنقیدی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ اور ناقل کے درمیان چھ سو سال کا زمانی فاصلہ پایا جاتا ہے۔ مطہری شہید اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اگر عبداللطیف بغدادی فتح اسکندریہ کے وقت (پہلی صدی ہجری) زندہ ہوتا یا کم از کم دوسری سے چوتھی صدی ہجری کے) ان مؤرخین کا ہم عصر ہوتا جنھوں نے فتح اسکندریہ اور دیگر اسلامی فتوحات کے حالات دوسروں سے روایت کی صورت میں جمع کیے ہیں تو یہ احتمال ہو سکتا تھا کہ عبداللطیف ایسے لوگوں سے ملا ہے جو اس سانحہ کے براہ راست یا بالواسطہ شاہد ہیں۔ چونکہ دوسرے مورخین ان تک نہیں پہنچ پائے لہذا انھوں نے بغدادی کے سامنے واقعہ بیان کیا ، لیکن عبداللطیف اپنی محولہ بالا کتاب سے ۱۰ شعبان ۶۰۳ھ/ ۱۳ مارچ ۱۲۰۷ء کو فارغ ہوا یعنی ۶۳۸ھ/۱۲۴۰ء یا ۶۳۹ھ/۱۲۴۱ء میں فتح اسکندریہ سے تقریباً چھ سو سال بعد۔ ان چھ سو سالوں میں یہ واقعہ نہ کسی تاریخی کتاب میں دیکھا گیا نہ مسلمان ، عیسائی اور یہودی مؤرخین سے سنا گیا ، مگر اچانک عبداللطیف کی کتاب میں پایا گیا۔ اس طرح عبداللطیف کی روایت اصطلاحاً ''خبر مرسل'' سے بھی کم تر درجہ کی رہ جاتی ہے۔''[۲۱]

(۴) کیا وقت کا تناقض دستاویز کے جعلی ہونے کو ظاہر کرتا ہے ؟—— اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ کسی خاص زمانی مناسبت سے ایسے واقعات بیان کرنا جو تاریخ میں بعد کے دور سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی شخص کے بارے میں دعویٰ کرنا کہ اس نے فلاں مقام پر فلاں وقت پر یہ کام کیا تھا جبکہ مذکورہ شخص کے بارے میں ریکارڈز بتاتے ہیں کہ وہ اس وقت کسی اور جگہ موجود تھا مثلاً گذشتہ کتب سوزی کے واقعہ میں عیسائی مؤرخ عبداللطیف کا بیان کہ اس عمود پر بیٹھ کر ارسطو حکمت کا درس دیا کرتا تھا ، زمانی اعتبار سے غلط ثابت ہوتا ہے ، کیونکہ ارسطو کے زمانے میں تو اسکندریہ کا شہر بسا بھی نہیں تھا۔ مرتضیٰ مطہری شہید اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

''عبداللطیف کی بے علمی کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ ارسطو (۳۸۴-۳۲۲ ق۔م) مصر اور اسکندریہ میں نہیں آیا تھا

چہ جائیکہ وہ اس رواق پر بیٹھ کر درس دیتا بلکہ اسکندریہ کی تعمیر ہی ارسطو کے بعد ہوئی تھی (اسکندریہ کی بنیاد ۳۳۲ق-م میں رکھی گئی) - اسکندریہ، مصر پر سکندر کے حملے کے بعد تعمیر ہوا، اس شہر کی تاسیس کا منصوبہ سکندر کے زمانے میں تیار ہوا تھا اور شاید اس کی زندگی ہی میں تعمیر کا کام بھی شروع ہو گیا تھا - اور بتدریج ایک شہر کی صورت اختیار کر گیا جب کہ ارسطو سکندر (ولادت تقریباً ۳۵۶ ، وفات ۳۲۳ ق - م) کا معاصر تھا -''۲۲

(۵) کیا دستاویز کی زبان ، انداز بیان ، ہجے ، خط اور طباعت —— مصنف کی دوسری دستاویزات سے مشابہت رکھتے ہیں اور اس کی تالیف کا زمانہ مصنف ہی کا دور بتتا ہے - زبان اور اسلوب کافی حد تک بتا دیتے ہیں کہ زیر غور دستاویز واقعاً اسی مصنف کی ہے یا اس کے نام سے یونہی منسوب کر دی گئی ہے - خاص طور پر وہ مصنف جس کی زبان اور بیان کا بہت شہرہ ہوتا ہے ، اس کے بارے میں تقابلی مطالعے سے بتانا آسان ہوتا ہے کہ زیر حوالہ دستاویز اسی کی ہے یا کسی اور کی ہے - ڈاکٹر مظفر عباس نے ابوالکلام آزاد پر پی ایچ - ڈی کا مقالہ ۱۹۸۰ء میں پنجاب یونیورسٹی میں پیش کیا ہے - اس میں انھوں نے چار کتابوں کے بارے میں ثابت کیا ہے کہ وہ آزاد کی نہیں ہیں بلکہ ناشرین نے ان کتابوں کو ان کے نام سے منسوب کر دیا - ان کے نام یہ ہیں : رسول عربی (شائع کردہ مکتبہ عظمت ، لاہور) خون شہادت کے دو قطرے (مطبوعہ مولا بخش کشتہ اینڈ سنز ، امرتسر) ، انسانیت موت کے دروازے پر (مطبوعہ مکتبہ شعر و ادب ، لاہور) ، اور شہید اعظم (مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ ، دہلی) - ان کے جعلی ہونے کے بارے میں دلائل دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

''مولانا آزاد کی شہرت اور مقام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کئی ناشروں نے دوسرے لوگوں کی کتابیں ان کے نام سے شائع کر دیں - ان کتابوں کا مواد انداز و اسلوب کسی طرح بھی ابوالکلام کے انداز و اسلوب سے لگا نہیں کھاتا . . . دوسرے یہ کہ عبدالرزاق ملیح آبادی ، مولانا غلام رسول مہر ، ڈاکٹر سید عبداللہ ، مالک رام اور عابد رضا بیدار ، کسی نے بھی ان کتب کو ابوالکلام کی تصانیف کی فہرست میں شامل نہیں کیا ہے اور پھر خود مولانا آزاد کی کسی تحریر یا تصنیف میں ان کا حوالہ نہیں ملتا''۔۲۳

(۶) کیا مصنف ان چیزوں سے لاعلمی کا اظہار کرتا ہے جو اس کے زمانے میں اس کی سی تربیت رکھنے والے شخص کو معلوم ہونی چاہیئیں ؟

(۷) کیا مصنف نے ایسے واقعات ، اشیا اور مقامات کا ذکر کیا ہے جو اس دور کے شخص کو معلوم نہیں ہو سکتے تھے ؟

(۸) کیا خطوط یا کاغذات کا عطیہ دینے والے ، سرکاری عہدیدار ، مترجم یا کسی اور نے دستاویز میں شعوری یا غیر شعوری طور پر تبدیلی کر دی ہے - اس طرح کہ اس کو غلط نقل کیا ، اس میں اضافے کر دیئے یا بعض پیرے حذف کر دیئے -

(۹) کیا یہ مصنف کا اصل مسودہ ہے یا اس کی نقل ہے ؟

(۱۰) اگر یہ نقل ہے تو کیا یہ اصل مسودے کے الفاظ کے عین مطابق ہے ؟

(۱۱) اگر نقل بمطابق اصل نہیں ہے تو کیا اغلاط کی تصحیح ممکن ہے اور محذوف حصے بحال کیے جا سکتے ہیں ؟

(۱۲) اگر دستاویز نقل ہے اور بہت بعد کی تاریخ اس پر درج ہے یا اس پر کوئی سال کتابت درج نہیں تو کیا خود مصنف یا اس کے کسی قابل اعتماد ہمعصر یا اس کے بہت سے معاصرین نے کبھی بیان کیا کہ زیر نظر دستاویز کے مصنف نے ایسا کوئی مخطوطہ لکھا تھا ؟

(۱۳) اگر دستاویز پر تاریخ درج نہیں اور اس کا زمانہ بھی معین نہیں تو پھر اس کے متدرجات پر نظر ڈالنا ہوگی کہ کیا اس دستاویز میں کوئی ایسے خیالات ، نظریات ، رسوم و رواج ، نمایاں واقعات ، اشخاص یا مقامات کے نام ، پسندیدہ اطوار، زبان کے اسلوب یا طباعت کے طریقے ، یا روشنائی کی قسم جو اندازاً یا صحیح طور پر بتا دے کہ یہ دستاویز کب اور کہاں تیار کی گئی ؟

روشنائی اور کاغذ کا کیمیائی تجزیہ دستاویز کا زمانہ متعین کرنے میں مدد کرتا ہے - ٹائرس ہل وے Tyrus Hilway اس سلسلے میں رقمطراز ہے :

''وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کاغذ سازی کا فن بدلتا رہا ہے اور بعض اوقات کسی مخطوطے کا زمانہ اس کاغذ سے بھی متعین کیا جا سکتا ہے جس پر وہ لکھا ہوتا ہے یعنی وہ کاغذ کب اور کہاں پر تیار کیا گیا - یہی اصول استعمال کی گئی روشنائی پر بھی صادق آتا ہے - بعض اوقات طابع (Printer) کا استعمال کیا ہؤا ٹائپ بتا دیتا ہے کہ یہ مطبوعہ دستاویز کس دور کی ہے - فورٹ ولیم کالج ، کلکتہ کی مطبوعات کا ٹائپ ایک خاص نوعیت کا ہے اس ٹائپ میں مطبوعہ کتب اس خاص دور کا پتہ دیتی ہیں - . . . مختلف ساخت کے ٹائپ رائٹرز بھی ممیز اور انفرادی خصوصیات رکھتے ہیں جن کو بغور معائنے سے معلوم کیا جا سکتا ہے - مصادر کی جانچ پرکھ کے لیے مکبر شیشہ ، خوردبین ، اور کیمرہ مدد و با صلاحیت ذرائع ثابت ہوتے ہیں -''[۲۴]

(۱۴) مآخذ کا کتنا حصہ ذاتی مشاہدے پر مبنی تھا اور کتنا حصہ دوسرے مصادر سے اخذ کیا گیا ؟

(۱۵) اگر دو یا دو سے زیادہ ماخذ نفس مضمون کے لحاظ سے مطابقت رکھتے ہوں یا انداز بیان میں مطابق ہوں یا دونوں لحاظ سے ایک جیسے ہوں تو کیا ان میں سے ایک یا ایک سے زیادہ اصل تھے اور دوسرے ماخوذ ؟

(۱۶) کیا اصل دستاویز یا دستاویزات جن سے کوئی مصنف استفادہ کرتا ہے یا بعض چیزیں اخذ کرتا ہے ، ان کے سال اشاعت کا مقابلہ کرکے اصل کا پتہ لگایا جا سکتا ہے اور ان کے تقابلی مطالعے سے معلوم کیا جا سکتا ہے یہ کہاں کہاں مطابقت رکھتی ہیں اور ماخوذ دستاویز میں مصنف کے اسلوب میں تبدیلیاں ، موضوع سے غیر ضروری انحراف یا تکرار جو بحث کی منطقی ترتیب کو بری طرح متاثر کرتی ہے یا ایسی تفصیلات و تجاویز کا اظہار جو ان تفصیلات سے مطابقت نہیں رکھتیں جن کو مصنف کسی اور مقام پر بیان کرتا ہے ۔

جب محقق کسی دستاویز یا اثر (Relic) کا معائنہ کرتا ہے تا کہ اس کی اصلیت اور صداقت کو جان سکے تو وہ بہتر طریقے سے کامیابی سے ہمکنار ہوگا بشرطیکہ وہ تاریخی اور عام معلومات کا وافر ذخیرہ رکھتا ہو ۔ محقق کو اچھا بھلا زمانی شعور ، کثیر الجہتی ذہانت ، عقل سلیم ، انسانی رویے کو ذہانت کے ساتھ ادراک کرنے کی صلاحیت ، اور کافی مستقل مزاجی کی صفت رکھنی چاہیے ۔ مسائل کو حل کرنے کے لیے اس کو دوسرے متعلقہ علوم سے بھی استفادہ کرنا ہوگا ۔ معاون علوم یہ ہیں : لسانیات ، کیمیا ، بشریات ، علم آثار قدیمہ ، نقشہ کشی ، علم مسکوکات ، آرٹ ، لٹریچر ، کتبہ خوانی ، یا مختلف قدیم اور جدید زبانیں ، کوئی مورخ ہر چیز کا علم نہیں رکھ سکتا ، البتہ اس کو ان شعبوں میں خصوصی تربیت لینی چاہیے جو اس کے مسئلے سے بہت زیادہ قریبی تعلق رکھتے ہوں ۔''

داخلی تنقید / داخلی جانچ پرکھ (Internal Criticism/Appraisal) :

جب دستاویز خارجی تنقید کے مرحلے سے گزر جاتی ہے تو پھر داخلی تنقید کو سامنے رکھ کر اس کی جانچ پرکھ کی جاتی ہے ۔

خارجی تنقید میں دستاویز کے مصنف ، اس کے زمانے ، مقام تصنیف اور اس کے اصل ہونے کا جواب تلاش کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو بیانات اس میں دیے گئے ہیں وہ کس حد تک درست ہیں اور ان کی قدر و قیمت کیا ہے ۔ اب دستاویز کے بیانات اور مندرجات کی جانچ پرکھ پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ خارجی تنقید کا ثابت کرنا کہ دستاویز اصل ہے ، کا مطلب یہ نہیں کہ جو کچھ اس میں درج کیا گیا ہے وہ بھی درست ہے ۔ اگرچہ داخلی تنقید کا بیشتر حصہ متنی تنقید کا ہوتا ہے ، تاہم اس میں مصنف کی اہلیت ، اس کی نیک نیتی ، مقام اور میلان خاطر (Bias) بھی زیر بحث آتے ہیں ۔ داخلی تنقید جب متن کا لفظی معنی اور اصلی معنی تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے تو وہ مثبت نوعیت کی ہوتی ہے۔ اس کی نوعیت منفی ہو جاتی ہے جب

بیانات و مندرجات پر عدم اعتماد کا اظہار کرنے کے لیے ہر ممکن وجہ تلاش کرتی ہے اور مصنف کی نیک نیتی اور صحت کے بارے میں تنقیدی رخ سے سوالات اٹھاتی ہے - اگرچہ مثبت اور منفی دونوں قسم کی تنقید تاریخی تحقیق میں ضروری ہوتی ہے ، لیکن محقق کو انسان دشمن اور حد سے زیادہ تنقید کرنے والا نہ ہونا چاہیے -[۲۵]

داخلی تنقید کے بارے میں گولڈر Goldhor کی رائے درج کی جاتی ہے :

''داخلی جانچ پرکھ کا تعلق مصنف کی اہلیت اور دیانت داری سے ہوتا ہے - اس دائرے میں وہ عہد بھی آتا ہے جس میں دستاویز تیار ہوئی - ہم مصنف کے بارے میں کیا جانتے ہیں ؟ کیا اس کا رویہ عام طور پر خلوص پر مبنی تھا یا وہ متعصب تھا ؟ کیا وہ صاحب علم اور با صلاحیت تھا ؟ کیا وہ سچائی کو جاننے کی پوزیشن میں تھا اور کیا اس کی رسائی قابل اعتماد ذریعہ اطلاع تک تھی ؟ کیا وہ صحیح صحیح ، واضح انداز اور غیر جانب داری سے رپورٹ کرنے کی صلاحیت کا مظاہرہ کرتا ہے ؟ اس نے کس مقصد کے لیے دستاویز کو تیار کیا ؟ کسی تاریخی واقعے کا بہترین ریکارڈ وہ ہوتا ہے جس میں خود غرضی ، جہالت اور تعصب کا کوئی عنصر نہ پایا جائے -''[۲۶]

(۱) بیانات کا مفہوم :

کسی بیان سے مصنف کا مطلب کیا ہے ؟ اس کے لفظی معنی کے علاوہ اس کا اصل مفہوم کیا ہے ؟ کسی دستاویز یا ماخذ کی داخلی تنقید کے لیے جاننا ضروری ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے ، اس کا صحیح مفہوم کیا ہے ؟ تحریری آثار میں الفاظ کے معانی جاننے کی ضرورت ہوتی ہے - عصر حاضر میں کسی بیان کا لفظی اور معنوی مفہوم عموماً ایک ہی ہوتا ہے ، لیکن قدیم مصادر میں ایسا نہیں ہوتا - بہت سے پرانے الفاظ اب متروک ہو چکے ہیں - پرانے دور کے مصنفین کے ہاں ایسے اداروں اور رسوم و رواج کے بارے میں حوالے ملتے ہیں جن کا سمجھنا آسان کام نہیں - وقت کے ساتھ ساتھ معاشرتی اقدار تبدیل ہوتی رہتی ہیں - اس کا اثر لکھنے والوں پر بھی پڑتا ہے - دور جاہلیت کے عرب شعراء کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس عہد کے سماجی اور معاشرتی ڈھانچے کا مطالعہ کیا جائے - اس کے بغیر دور جاہلی کی عربی شاعری صحیح طور پر سمجھ میں نہیں آ سکتی -

''کسی دستاویز کے معانی کی توجیہ و توضیح بہت سادہ ہو سکتی ہے یا اس میں بہت پیچیدگی بھی پیدا ہو سکتی ہے — بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مفہوم پا لینے کے لیے تاریخ، لسانیات، سیاسیات، اقتصادیات، سوشیالوجی، نفسیات اور دیگر علوم کا پورا پورا علم ہونا ضروری ہو جاتا ہے - عقل سلیم بتاتی ہے کہ اگر محقق اپنے مسئلے کے حل کے لیے دستاویز میں موجود بیانات کو معمولات کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے تو اس کو جاننا چاہیے کہ بیانات کا مفہوم کیا ہے -''[۲۷]

موجودہ دور میں بھی ایسے مصادر و مآخذ ملتے ہیں جن کے اصلی معانی واضح نہ ہونے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں : تمثیلی زبان کا استعمال ، رمزیت ، طنز و مزاح استعارہ و کنایہ ، اور فصاحت و بلاغت کی دیگر صنعتیں استعمال کرنے سے الفاظ کے ظاہری مطلب اور حقیقی مفہوم کو سمجھنے میں دقت پیش آتی ہے - زبان و بیان کی نزاکتوں کا صحیح ادراک محقق کے لیے ضروری ہے -

اس کے علاوہ ہمارے ہاں کچھ خصوصی مسائل ہیں جو بیانات کا مفہوم جاننے کی راہ میں حائل ہوتے ہیں - مصادر و مآخذ کا کافی ذخیرہ مخطوطات کی صورت میں موجود ہے - اسلامی تاریخ و ثقافت کا بہت بڑا ذخیرہ عربی زبان میں محفوظ ہے - برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے اصل مآخذ فارسی زبان میں ہیں - اس طرح تاریخی تحقیق میں استعمال ہونے والے بنیادی مآخذ کو سمجھنے کے لیے عربی اور فارسی دونوں زبانوں کا جاننا ضروری ہو جاتا ہے - اس استعداد کے بغیر اصل مصادر سے استفادہ کرنا آسان نہیں ہوتا - اگرچہ بہت سی کتابوں کے اردو اور انگریزی میں ترجمے ہو چکے ہیں ، لیکن تحقیق میں اصل دستاویز کی اہمیت اپنی جگہ پر موجود رہتی ہے - ترجمے اور اصل میں جو فرق ہوتا ہے ، وہ بھی واضح ہے - احتیاط کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ اصل مآخذ سے استفادہ کیا جائے - اس کے ساتھ ساتھ ایک اور پہلو پر بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے - ہماری تہذیب و ثقافت کے بارے میں دستاویزات خط کی مختلف اقسام میں لکھی ہوئی ملتی ہیں مثلاً خط کوفی ، خط نسخ ، خط میخی ، خط غبار ، خط بہار ، خط شکستہ وغیرہ - مخطوطات کا مطالعہ کرنے کے لیے محقق کی ان خطوں کے ساتھ واقفیت ضروری ہے - ایک ایک لفظ کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے کافی وقت درکار ہوتا ہے اور بہت محنت کرنا پڑتی ہے -

(۲) مصنف کے بارے میں معلومات :

داخلی جانچ پرکھ کے لیے جاننا ضروری ہے کہ زیر حوالہ رپورٹ کے مصنف نے کن مقاصد کے تحت اس کو لکھا - اس بارے میں وان ڈیلن نے بحث کرتے ہوئے کہا ہے :

''اس مقصد کے لیے چند سوالات اٹھانے چاہیئیں - کیا ان دستاویزات کے تراجم کے وہی معانی ہیں جو اصل کے ہیں ، یعنی ترجمہ اصل متن کی صحیح طریقے سے ترجمانی کرتا ہے - دستاویزات کے مصنفین نے کس قسم کا جغرافیائی ، اسکول ، گھر ، نسلی یا پروفیشنل ماحول دیکھا ؟ جب مصنفین دستاویزات لکھ رہے تھے تو اس وقت علم کے مختلف شعبوں کی علمی نوعیت اور سطح کیا تھی ؟ اس وقت اخلاقی اور جمالیاتی معیار کیا تھے ؟ اس دور کے اہم مسائل کیا تھے ؟ ان مصنفین کے اپنے خاندان ، دوستوں اور

پیشہ ورانہ انجمنوں کے افراد کے ساتھ تعلقات کی نوعیت کیا تھی ؟ ان مصنفین کے پہلے دور اور آخری دور کی اقتصادی حالت نے کس حد تک ان کے خیالات اور آراء کو متاثر کیا ؟ اگر آپ ان سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں اور معلوم کر سکتے ہیں کہ ہر مصنف نے رپورٹ کیوں لکھی ؟ تو پھر آپ زیادہ درست انداز سے ان کی رپورٹوں کی توضیح و توجیہ کر سکتے ہیں ۔"[۲۸]

مصنف کو صداقت معلوم ہو سکتی ہے ، لیکن ممکن ہے کہ جب وہ اس کو اپنی تحریر میں لائے تو جزوی طور پر اس کا اظہار کرے ۔ سچائی کو جاننے کے لیے کئی طریقے موجود ہیں ۔ اس مقصد کے لیے چند سوالات اٹھائے ہوں گے ۔ مصنف کی ذاتی دلچسپی کیا ہے ؟ مشاہدہ کرنے والا کس نسل ، قوم ، جماعت ، خطے ، سماجی اور اقتصادی طبقے ، یا پروفیشن سے تعلق رکھتا ہے ۔ رپورٹ کرنے میں یہ باتیں اس کو تعصب پر مائل کر سکتی ہیں ۔ کیا حقائق کو بیان کیا گیا ہے یا جذبات و احساسات کی ترجمانی کی گئی ہے؟ کیا تفاخر کی شہادت پائی جاتی ہے ؟ کیا مصنف کسی خاص فرد ، جماعت یا عام لوگوں کو خوش کرنے کے لیے لکھ رہا ہے ؟ کیا مطلوبہ اثر پیدا کرنے کے لیے مبالغہ آرائی سے کام لیا گیا ؟ اور اس مقصد کے لیے لفظی صنائع و بدائع اور فصاحت و بلاغت کی صنعتیں استعمال کی گئی ہیں ؟[۲۹]

(۳) مشاہدہ کرنے والے کی اہلیت و صلاحیت :

مشاہدہ کرنے والے کی اہلیت و صلاحیت ، سچائی اور دیانت کے بارے میں سوال کرنے کا نام منفی تنقید ہے ۔ مصنف کی اہلیت کی جانچ پرکھ کرنے کے لیے دیکھنا ہوگا کہ چشم دید گواہ کی حیثیت سے وہ واقعے کو رپورٹ کرنے کے لیے کس حد تک تربیت یافتہ ہے ۔ واقعہ کے مشاہدہ کرنے میں اس کے ذاتی جذبات کس حد تک اثر انداز ہو رہے ہیں ۔ وہ وقت گزرنے کے بعد کس حد تک اپنے حافظے پر انحصار کرتا ہے اور اصل مآخذ کے استعمال کرنے میں اس کا رویہ کیا ہے ؟[۳۰]

اگر سڑک پر آتش گیر مادہ پھٹنے سے دھماکہ ہوتا ہے اور اس کی تحقیق کی جاتی ہے تو موقع پر موجود گواہ مختلف بیانات دیتے ہیں ۔ ایک ریٹائرڈ فوجی سابقہ تربیت کی بنا پر جو بیان دیتا ہے ، وہ حقیقی واقعہ کی تصویر کشی کرتا ہے۔ اس خاص شعبہ میں تربیت اس کے بیان کی سچائی کو بڑھا دیتی ہے ۔[۳۱]

داخلی تنقید کے سوالات :

احتیاط کا تقاضا ہوتا ہے کہ محقق دستاویزات میں مندرجہ بیانات کو تشکیک کی نگاہ سے دیکھے اور دریافت کرے کہ کیا ان کے مصنفین اصل حالات صحت کے ساتھ بیان کرنے پر نہ صرف مائل تھے بلکہ اس قابل بھی تھے کہ وہ صحیح صحیح

بیان کریں ۔ جب محقق ایسی تحقیق کر رہا ہو تو وہ مندرجہ ذیل سوالات اٹھا سکتا ہے ۔ وان ڈیلن Van Dalen کی یہ فہرست داخلی تنقید اور جانچ پرکھ کے لیے کافی مفصل اور اہم ہے :

(۱) کیا اس خاص شعبۂ علم میں دیگر ماہرین مصنفین کو باصلاحیت مشاہدہ کرنے والے اور قابل اعتبار بیان کرنے والے تسلیم کرتے ہیں ؟

(۲) جن حالات کو انھوں نے بیان کیا ، کیا ان کے پاس ایسی موافق سہولتیں تکنیکی تربیت اور انھیں ایسا مقام حاصل تھا جن کی وجہ سے وہ ان کا مشاہدہ کر سکتے ؟

(۳) کیا ان کا جذباتی میلان ، عمر ، یا صحت کے حالات ایسے تھے جو غلط مشاہدات یا غلط رپورٹوں کا باعث بنے ؟

(۴) کیا انھوں نے براہ راست مشاہدہ کی بنا پر رپورٹ کیا ، سنی سنائی بات کو بیان کر دیا ، یا انھوں نے دوسرے مآخذ سے چیزوں کو مستعار لیا ؟ دوسرے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ کیا انھوں نے بنیادی مآخذ کا استعمال کیا یا ثانوی مآخذ سے استفادہ کیا ؟

(۵) کیا انھوں نے اپنی رپورٹوں کو مشاہدے کے وقت لکھا یا ہفتوں یا سالوں کے بعد لکھا ؟

(۶) کیا انھوں نے مشاہدات کی مفصل یادداشتوں سے لکھا یا صرف حافظے پر انحصار کرتے ہوئے لکھا ؟

(۷) کیا ان کا کسی قوم ، علاقے ، نسل ، مذہب ، فرد ، سیاسی جماعت ، سماجی یا اقتصادی گروہ ، طریق تدریس ، یا تعلیمی فلسفے کی جھکاؤ تھا جس نے ان کی تحریر کو متاثر کیا ؟

(۸) کیا کسی شخص نے تحقیقی کام میں مالی امداد اس امید پر دی تا کہ ان سے کسی خاص مقصد کی حمایت میں رپورٹ لے سکے ؟

(۹) کیا انھوں نے کسی اقتصادی ، سیاسی ، مذہبی ، یا سماجی حالت کے زیر اثر لکھا جس کی وجہ سے انھوں نے چند حقائق کو نظر انداز کر دیا ، ان کی غلط توجیہ کی ، یا ان کو غلط رنگ میں پیش کیا ؟

(۱۰) کیا انھوں نے عناد ، بے جا غرور یا اپنے کاموں کو جائز ثابت کرنے کی خواہش کی تحریک پر لکھا ؟

(۱۱) کیا ان کا مقصد آنے والی نسلوں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا یا کسی گروہ کو خوش یا ناراض کرنا تھا ؟

(۱۲) کیا مصنفین نے سچائی کی شکل کو بگاڑ دیا یا اس کو پروقار بنایا تا کہ خوبصورت لفظی اثرات پیدا کر سکیں ؟

(۱۳) کیا انھوں نے متضاد بیان دیئے ؟

(۱۴) جن مصنفین کی رپورٹوں کی محقق جانچ پرکھ کر رہا ہے کیا ان سے مختلف پس منظر رکھنے والے آزاد با صلاحیت مشاہدہ کرنے والوں کے بیان کیے ہوئے حالات ان کی رپورٹوں سے مطابقت رکھتے ہیں ؟ یعنی دستاویزات کا وسیع تر تقابلی مطالعہ بھی ان کی جانچ پرکھ میں خاصی اہمیت رکھتا ہے ۔''۳۲

تنقید کے عام اصول :

محققین جب ریکارڈز اور آثار کی جانچ پرکھ کرتے ہیں ، تو وہ بہت سے فیصلے کرتے ہیں ۔ اس سلسلے میں ذیل میں وڈی Woody کی بیان کی ہوئی چند تجاویز پیش کی جاتی ہے ، جو اس بارے میں عام رہنمائی فراہم کریں گی :

(۱) ''بعد والے زمانے کے تصورات کو تلاش کرنے کے لیے پہلے دور کے ماخذ کو نہ پڑھیں یعنی زمانی شعور بہت اہمیت رکھتا ہے اگر تحقیق کے مسئلے کا زمانہ عہد مغلیہ سے متعلق ہے تو عہد مغلیہ کے بارے میں دستاویزات کا مطالعہ کرنا چاہیے ۔

(۲) کسی مصنف کے قابل اعتبار ہونے کی جانچ پرکھ صرف اس ایک معیار پر نہ کریں کہ وہ بعض واقعات کا علم نہیں رکھتا کیونکہ اس نے ان کو بیان نہیں کیا یا یہ کہنا کہ چونکہ فلاں مصنف نے ان واقعات کو بیان نہیں کیا ، اس لیے وہ رونما ہی نہیں ہوئے ۔ دستاویزات کے تقابلی مطالعے سے اس امر کی مزید جانچ پرکھ کی جا سکتی ہے اور زیادہ قابل اعتبار نتیجہ نکالا جا سکتا ہے ۔

(۳) کسی دستاویز کو کم معیاری خیال کرنا یا اس کو زیادہ معیاری اور قابل قدر سمجھنا — دونوں باتیں غلط ہیں ۔ حقیقت میں جو مقام کسی دستاویز کو حاصل ہے ، اس کو اسی لحاظ سے دیکھنا چاہیے ۔ اس بارے میں افراط و تفریط درست نہیں ۔ کسی واقعے کو اس کے اصل زمانے سے پہلے رونما ہوتے ہوئے خیال کرنا یا اس کو بعد والے دور سے متعلق سمجھنا بھی اچھا نہیں ۔ زمانے کا تعین کرتے وقت احتیاط کا دامن نہ چھوڑنا چاہیے ۔

(۴) کوئی ایک درست اور صحیح ماخذ کسی خیال (Idea) کے وجود کو ثابت کر سکتا ہے ، لیکن دوسرے براہ راست ، با صلاحیت اور آزاد گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے جو واقعات یا معروضی حقائق کی اصلیت کو ثابت کر سکیں ۔

(۵) ماخذ میں ایک جیسی غلطیوں کا پایا جانا بتاتا ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے پر انحصار کیا ، یا انھوں نے ایک مشترک دستاویز سے استفادہ کیا ہے ، ورنہ ایک جیسی اغلاط ان میں نہ پائی جاتیں ۔

(۶) اگر کسی خاص نکتے کے بارے میں گواہ متضاد بیان دیتے ہوں تو ممکن ہے کہ ان میں ایک صحیح کہتا ہو اور دوسرا غلط ، اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں غلط کہتے ہوں ۔

(۷) اگر براہ راست ، با صلاحیت اور آزاد گواہ ایک ہی اہم حقیقت اور اس سے متعلق بہت سے معاملات کو رپورٹ کر رہے ہوں اور ان کی بیان کی ہوئی علت (Cause) بھی ایک ہو تو ان کے اتفاق رائے کی وجہ سے اس رپورٹ کو قبول کیا جا سکتا ہے ۔

(۸) اگر ممکن ہو تو سرکاری شہادت — خواہ زبانی ہو یا تحریری — کا غیر سرکاری شہادت کے ساتھ مقابلہ کر لینا چاہیے ، کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اکیلی کافی نہیں ہوتی ۔

(۹) ایسا ممکن ہے کہ ایک ماخذ چند نکات کے بارے میں قابل اعتماد اور اہلیت والی شہادت پیش کرے ، لیکن دوسرے نکات کے بارے میں اس کی پیش کی گئی شہادت میں کوئی وزن نہ ہو ۔''[۳۳]

دستاویزی تحقیق میں فرضیہ :

تحقیق صرف حقائق اور معلومات کی جمع آوری کا نام نہیں ، بلکہ اعلیٰ معیار کی تحقیق میں ان سے عام اصول اور نتائج نکالے جاتے ہیں ۔ تاریخی یا دستاویزی تحقیق میں بھی بہت سے فرضیات (Hypotheses) کی مثالیں ملتی ہیں ۔ ٹائرس ہل وے Tyrus Hilway اس پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

''اگر ہم امریکی تاریخ کے بارے میں گذشتہ پچاس سال میں کی گئی تحقیق پر نظر ڈالیں ، تو ہم فوراً جان لیں گے کہ تاریخی واقعات کے متعلق دو فرضیات یا توجیہات نے نمایاں مقام حاصل کیا اور انھوں نے زیادہ اثر ڈالا ہے — یعنی تاریخی واقعات کیوں اور کس طرح ظہور پذیر ہوئے ۔ ان میں سے ایک کو فریڈرک جیکسن ٹرنر Frederick Jackson Turner نے پوری قابلیت کے ساتھ آگے بڑھایا ۔ اس کے مطابق سرحدوں کی مستقل حیثیت نے امریکہ میں رونما ہونے والے طرز عمل اور واقعات کو کافی حد تک متاثر کیا ۔ اس نظریے کی رو سے مغرب کے آزاد ممالک اور آزاد زندگی نے ، مشرق کے سماجی اور اقتصادی دباؤ کے ساتھ الجھے بغیر ، امریکہ کی جمہوری اور منفرد زندگی کو قائم رکھا ہے ۔ یعنی امریکہ میں جمہوری فیصلے ہوتے ہیں اور یہ (اس کی) انفرادیت ہے ۔ آزاد ممالک کی مدد کی جاتی ہے اور ان کے معاشرتی اور اقتصادی ڈھانچے سے دامن بچا کر آزاد ترقی پذیر ممالک کی مدد کی جاتی ہے ۔ دوسرے فرضیے کے مطابق چارلس اے بیئرڈ Charles A. Beard بیان کرتا ہے کہ امریکی تاریخ میں تمام بڑے واقعات عموماً اقتصادی عوامل کے نتیجے کی وجہ سے رونما ہوئے ۔ بیئرڈ کے نظریے کی رو سے پہلے نو آباد کاروں (Colonists) کو بھی سیاسی اور مذہبی آزادی کی خواہش سے کم تحریک ملی ، بلکہ ان کو نئی دنیا میں بہتر اقتصادی مواقع نظر آئے اور ان کو اس مؤخر الذکر عامل سے زیادہ تحریک ملی ۔ امریکہ کی تاریخ میں انقلاب اور دوسرے بڑے بڑے واقعات کی توضیح و توجیہ

اس کوشش کی روشنی میں کی جا سکتی ہے جو اقتصادی فائدے کے لیے کی جاتی ہے۔ بیئرڈ کے نظریے کی رو سے امریکی زندگی اور کردار میں مثالیت (Idealism) اور اخلاق اصولوں نے کم سے کم اثر ڈالا ہے۔ لیکن شاید دونوں نظریات کسی حد تک امریکہ کی تاریخی نشو و نما کے بنیادی عوامل کو بہت زیادہ سادگی سے بیان کرتے ہیں جبکہ وسیع معنوں میں وہ ایک دوسرے سے متضاد معلوم ہوتے ہیں، کہیں دونوں ایسے محتاط طریقے سے نکالے ہوئے عام اصول بیان کرتے ہیں جن کی بنیاد واقعاتی معلومات پر ہے اور یہ معلومات دستاویزات کے تجزیے سے اخذ کی گئی ہیں۔ یہ دونوں فرضیات دوسرے مؤرخین کے خیالات پر کافی حد تک اثر انداز ہوئے ہیں۔ ان مثالوں سے تاریخی یا دستاویزی تاریخ میں فرضیے کے کردار کو دیکھا جا سکتا ہے۔[۳۴]

تاریخی تحقیق میں فرضیات بنانے کا عمل سادہ نہیں بلکہ بہت پیچیدہ نوعیت کا ہوتا ہے۔ کوئی ایک یا دو سادہ عوامل کم ہی بڑے بڑے تاریخی واقعات کے رونما ہونے کا باعث بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس میدان میں گہری بصیرت کے ساتھ کام کرنے والے بہت سے عوامل کو زیر غور لاتے ہیں اور ان سب کو پیش نظر رکھ کر فرضیات بناتے ہیں۔ لائبریری سائنس کے میدان میں تاریخی تحقیق کی ایک مثال دیتے ہوئے بشا اور ہارٹر بیان کرتے ہیں :

''فرض کیجیے کہ کوئی مؤرخ ان حالات کو معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو دنیا میں کتب خانوں کے ارتقاء کا باعث بنے۔ ایک جلد باز مؤرخ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ شہری علاقوں میں آبادی کا اجتماع اور ثقافتی کاموں کے لیے پبلک مالیات کے ذرائع پیدا ہونے کی وجہ سے کتب خانوں نے ترقی کی۔ وہ ان دو عوامل کو ہی پیش نظر رکھتا ہے اور مندرجہ ذیل اہم عوامل کو نظر انداز کر دیتا ہے :

(۱) مختلف معاشروں میں موجود شعور جس کی وجہ سے علم کی جمع آوری، حفاظت اور نشر و اشاعت کی ضرورت اور قدر و قیمت سمجھی جاتی ہے۔

(۲) کسی معاشرے میں سیاسی استحکام اور امن و امان کا موجود ہونا۔

(۳) فارغ اوقات سے لطف اندوز ہونے کے لیے سہولت کی دست یابی۔

(۴) معاشرے میں وسیع طور پر نوادرات کا جمع ہو جانا جن کو مخیر حضرات تعلیمی اور ثقافتی اداروں کو عطیہ کے طور پر دیتے ہیں۔

(۵) افراد کی ترقی اور نشو و نما کے عام شعور کی اہمیت اور ایسے شہری پیدا کرنے پر زور دینا جو خوب باخبر ہوں۔

(۶) علم و آموزش کے احیاء کی تحریک جو زور دیتی ہے کہ تحریری آثار کے ذخیروں کو جمع کیا جائے اور ان سے استفادہ کیا جائے۔

(۷) معاشرے میں اس فضا کا موجود ہونا جو سماجی اداروں کو استحکام اور دوام بخشتی ہے۔

(۸) ایسی تخلیقی ادبی سرگرمیوں کا ظہور جو لکھنے پڑھنے کے عمل کو ترقی دیتی ہیں -

(۹) کاغذ اور طباعتی سازو سامان کی کثرت کے ساتھ پیداوار یا ابلاغ کے دیگر ذرائع بھی -

(۱۰) مختلف معاشروں کا تجارت اور سیاحت کی وجہ سے باہمی میل جول -

(۱۱) حکمرانوں اور سیاسی رہنماؤں کے مقابلے کی خواہش جس کی وجہ سے وہ تحریری اطلاع کے بڑے بڑے مخزن قائم کرنے اور ان کو ترقی دینا چاہتے ہیں -

(۱۲) تعلیمی ادارے جیسے جامعات اور سکولوں کی ترقی جو کتب خانوں پر انحصار کرتے ہیں -

(۱۳) شرح خواندگی میں اضافے کی وجہ سے ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو تعلیم یافتہ ہیں اور شہری شعور رکھتے ہیں -

(۱۴) کسی ایک زبان میں سرکاری ریکارڈز اور ادبی مواد کے ذخائر کا وسیع پیمانے پر جمع ہو جانا -

بلاشبہ اور بھی ایسے عوامل کا اضافہ کیا جا سکتا ہے ظاہر ہے کہ مختلف معاشروں میں کتب خانوں کی نشو و نما متعدد حالات و عوامل کا نتیجہ ہے۔ مؤرخین کو ایسے بہت سے تعلیلی متغیرات (Multiple Casuative Variables) کی تلاش کرنی چاہیے -"[۳۵]

دستاویزی تحقیق کی اقسام :

دستاویزی تحقیق کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے - ٹائرس ہل وے Tyrus Hilway نے اس کی چھ قسمیں گنوائی ہیں :

(۱) "سوانح حیات
(۲) اداروں اور تنظیموں کی تاریخ
(۳) ذرائع اور اثرات
(۴) ترتیب و تدوین متن
(۵) نظریات کی تاریخ
(۶) کتابیات"[۳۶]

(۱) سوانح حیات :

اس میں کسی شعبۂ علم کی کسی معروف شخصیت کی زندگی ، کردار اور کارناموں کے بارے میں بڑے بڑے حقائق کو جمع کیا جاتا ہے اور ان کو صداقت و دیانت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے - ادبیات میں محقق کسی ادیب کی سوانح اور آثار کو تحقیق کا موضوع بنائے گا - تعلیم کے میدان میں کسی ماہر تعلیم کی حیات اور

خدمات پر تحقیق کی جاتی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے شعبے میں کسی سائنس دان کی سوانح اور خدمات پر کام کیا جاتا ہے ۔ لائبریری سائنس کے حوالے سے بات کی جائے تو کسی معروف لائبریرین کی حیات اور خدمات پر کام کیا جاتا ہے ۔ مثلاً خواجہ نور الٰہی مرحوم پنجاب پبلک لائبریری ، لاہور میں کئی سال تک لائبریرین کی حیثیت سے کام کرتے رہے ۔ ان پر تحقیقی کام ہو سکتا ہے ۔ اسی طرح امتیاز علی خان عرشی مرحوم رام پور میں لائبریرین رہے ۔ ان کی شخصیت کے بہت سے علمی اور ادبی پہلو ہیں جن پر تحقیقی کام ہو سکتا ہے ۔

(۲) اداروں اور تنظیموں کی تاریخ :

اداروں اور تنظیموں کی تاریخ کے لیے بھی دستاویزی تحقیق کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے ۔ جامعات ، کتب خانے اور دوسرے ادارے اسی میں آ جاتے ہیں ۔ پاکستان میں موجود جامعات اور کتب خانوں پر کچھ تحقیقی کام پہلے ہو چکا ہے ۔ پنجاب یونیورسٹی کی پہلے پچاس سال کی تاریخ بروس Bruce نے لکھی جس کو یونیورسٹی نے ۱۹۳۳ء میں شائع کیا ۔ اس سال (۱۹۸۲ء) یونیورسٹی کی صد سالہ تقریبات کے سلسلے میں یونیورسٹی کی تاریخ کو رواں سال تک مکمل کیا جا رہا ہے ۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار نے ۱۹۶۲ء میں تاریخ اورینٹل کالج لکھی ۔ اس میں اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں کالج کی خدمات کو بیان کیا گیا ہے ۔ کالج کے اساتذہ کی ادبی ، علمی اور تحقیقی خدمات کا ذکر بھی کیا گیا ہے ۔ اسی طرح گورنمنٹ کالج ، لاہور کی تاریخ (۱۸۲۴ء-۱۹۱۴ء) گیرٹ Garret نے لکھی تھی ۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء میں گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز ، لاہور کا مجلہ فاران (ہجرت نمبر) شائع ہوا ہے ۔ اس میں محمد صدیق نے اسلامیہ کالج کی تاریخ پر ایک مبسوط مقالہ لکھا ہے۔ اس کا نام ہے : ''اسلامیہ کالج لاہور'' برصغیر میں مسلم نشأۃ ثانیہ کا عظیم تعلیمی ادارہ ۔ ہمارے ملک میں ابھی اس میدان میں تحقیقی کام کرنے کی کافی ضرورت ہے ۔ بڑے بڑے تعلیمی اداروں کی تاریخیں لکھی جانی چاہییں ۔ کتب خانوں پر بھی تحقیقی کام ہونا چاہیئے ۔

(۳) ذرائع اور اثرات کی تاریخ :

اس قسم کی تاریخ میں یہ جاننے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کسی فرد یا جماعت کے خیالات ، تحریروں اور خاص کارناموں پر ایسے عوامل مثلاً تعلیم ، احباب ، مطالعہ ، روزمرہ زندگی کے واقعات اور بالعموم ماحول کس طرح اثر انداز ہوئے ۔ عام طور پر اس طرح کی تحقیق کرنے کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس فرد کے تحریری یا زبانی بیانات یا اس کے طرز عمل میں اس اثر کی واضح شہادت معلوم کی جاتی ہے ۔

ادبیات میں ایسا ہوتا ہے کہ لکھنے والا کسی دوسرے پہلے مصنف سے کوئی پلاٹ، کردار یا قافیہ مستعار لیتا ہے ۔ سائنس میں محقق کسی اور سائنس دان سے شعوری یا غیر شعوری طور پر رہنمائی حاصل کرتا ہے ۔ جیسا کہ ڈارون کو نظریہ ''جہدللبقا'' (Struggle for existence) کی پہلی بار تجویز ملتھس Malthus کے مطالعے سے ملی۔[۳۷]

(۴) ترتیب و تدوین متن :

دستاویزی تاریخ میں تدوین متن بہت اہمیت رکھتا ہے ۔ کسی مصنف کی کتاب کو ترتیب دینا ، کسی کتاب کے پرانے ایڈیشن کو حواشی کے ساتھ نئی شکل دینا ، کسی اہم مخطوطے کو مرتب کرکے عام استفادے کے لیے شائع کرنا — ایسے علمی اور تحقیقی کام اس میں شامل ہوتے ہیں ۔ محقق اپنے کام کو اس طرح کرتا ہے ۔ پہلے وہ اصل متن کو تلاش کرتا ہے ۔ کتابوں کے مختلف پرانے ایڈیشن اور ایک ہی مخطوطے کے متعدد نسخے اپنے اندر متن کے اختلافات رکھتے ہیں ۔ ان مختلف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نسخوں میں سے بہتر نسخے کو اصل متن کی بنیاد قرار دیا جاتا ہے ۔ پھر ان سب کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے ۔ بعض اوقات مصنف اپنے کام پر نظر ثانی کرتا ہے ۔ مرتب کو چاہیئے کہ متن میں کی گئی مصنف کی تبدیلیوں کو بھی پیش نظر رکھے ۔ متن میں موجود ظاہری اور امکانی اغلاط اور غلط مطبوعہ الفاظ کو درست کر دینا چاہیے ۔ مصنف کے الفاظ و معانی کو معلوم کیا جائے اور اگر اس کی تلمیحات و اشارات غیر مانوس اور مبہم ہوں تو ان کی توضیح کر دی جائے ۔ بعض حالات میں تدوین متن کے ساتھ ترجمہ بھی کرنا پڑتا ہے ۔[۳۸]

پاکستان کی جامعات میں تدوین و ترتیب متن کے سلسلے میں کافی کام ہوا ہے ۔ اس میں ایم ۔ اے سے لے کر پی ایچ ۔ ڈی کی سطح تک کا کام شامل ہے ۔ قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم (وفات ۱۹ جنوری ۱۹۷۸ء) نے فقہ کی عربی کتاب : ''اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب'' از جمال الدین علی بن زکریا بن مسعود المنبجی (المتوفی ۶۸۶ھ) کے ایک حصے کو ۱۹۶۶ء میں ایم ۔ اے (عربی) کی ڈگری کے لیے مرتب کیا تھا ۔ ڈاکٹر محمد بہاء الحق رانا نے عربی کی ایک معروف کتاب : ''کمثال الامثال'' از محمد علی بن علی بن محمد بن ابی بکر المتوفی ۸۳۷ھ کا نصف اول ۱۹۶۱ء میں پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے مرتب کیا تھا ۔ اسی طرح ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے البطلیوسی کی کتاب : ''القرط علی الکامل'' کو پی ایچ ۔ ڈی کی ڈگری کے لیے ۱۹۶۹ء میں مرتب کیا تھا ۔

(۵) نظریات کی تاریخ :

اس میں عموماً بڑے بڑے فلسفیانہ اور سائنسی نظریات کی تاریخ پر تحقیق کی کی جاتی ہے ۔ یعنی معلوم کیا جاتا ہے کہ اس نظریے کا سب سے پہلے ظہور کب

ہؤا اور یہ کن ارتقائی منازل سے گزر کر اپنی اصل صورت میں آیا ۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی خاص دور میں عام لوگوں کے خیالات اور طرز عمل میں تبدیلیوں کو معلوم کیا جاتا ہے مثلاً نظریہ حیاتیاتی ارتقاء (Biological Evolution) پر کام کرتے ہوئے محقق اس کا اصل ماخذ یونانی فلسفے میں پاتا ہے اور پھر اس کا موجودہ دور تک جائزہ لے کر معلوم کرتا ہے کہ سائنس پر اس کے اثرات کیا ہیں ۔[۳۹] اسی طرح نظریۂ پاکستان کے تاریخی پہلو پر کئی لوگوں نے کام کیا ہے ۔ پیام شاہجہانپوری کی کتاب: ''تاریخ نظریۂ پاکستان'' مثال کے طور پر بیان کی جا سکتی ہے ۔ دوسرے نظریات کی تاریخ پر اسی طرح کام کیا جا سکتا ہے ۔

(۶) کتابیات :

کسی بھی شعبۂ علم میں کتابیات کی تدوین دستاویزی تحقیق کے طریقے سے کی جاتی ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ کتابیات کے بغیر ذخیرۂ علم خاموش ہے ۔ اس سے کتابیات کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔ اس کے ذریعے سے تحقیق کرنے والوں کا بہت سا قیمتی وقت بچ جاتا ہے ۔ محقق کو کسی موضوع کے بارے میں ایک ہی مقام پر کتب اور دیگر معلوماتی ذرائع کے اندراجات مل جاتے ہیں ۔ اس طرح وہ خود اس محنت و مشقت سے بچ جاتا ہے جو اس کو ان کی تلاش میں کرنا پڑتی ۔ پاکستان میں کئی شخصیات اور موضوعات پر کتابیات (Bibliographies) شائع ہو چکی ہیں ۔ اقبالیات کے شعبے میں متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں مثلاً ۱۹۷۷ء میں رفیع الدین ہاشمی کی کتاب ''کتابیات اقبال'' اور سید معین الرحمن کی کتاب: ''جامعات میں اقبال کا تحقیقی مطالعہ—ایک جائزہ اقبال اکادمی پاکستان کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں ۔ ڈاکٹر انیس خورشید نے احمد حسن زبیری و دیگر معاونین کی مدد سے قائداعظم پر دو جلدوں میں کتابیات تیار کی ۔ اس کو قائداعظم اکیڈمی نے ۱۹۷۸ء-۱۹۷۹ء میں شائع کیا ۔ پہلی جلد میں مغربی زبانوں کے حوالہ جات شامل ہیں اور دوسری جلد مشرقی زبانوں کے حوالہ جات پر مشتمل ہے ۔ جامعہ پنجاب کے مختلف شعبوں میں ایسے تحقیقی مقالات بھی پیش کیے گئے ہیں جو کتابیات کی صورت میں ہیں ۔ یہاں پر ایسے مقالات کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ شعبۂ پنجابی میں شہباز ملک نے ۱۹۷۲ء میں ''فارسی رسم الخط وچ چھپیاں پنجابی کتاباں'' (فارسی رسم الخط میں چھپی ہوئی پنجابی کتابیں) کے عنوان سے ایک ضخیم کتابیات مرتب کی ۔[۴۰] انھوں نے اس کو ایم ۔ اے (پنجابی) کے امتحان کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا ۔ اسی طرح شعبہ لائبریری سائنس میں افضل حق قرشی نے ۱۹۸۱ء میں پاکستان میں ضبط شدہ کتب (از ۱۹۴۷ء تا ۱۹۷۲ء) کی کتابیات مرتب کی[۴۱] اور اس کو ایم ۔ اے (لائبریری سائنس) کے امتحان کی ضروریات کی جزوی تکمیل کے لیے پیش کیا ۔

حقائق کی وضاحت اور نتائج کا بیان :

محقق جب اپنے زیر تحقیق مسئلے کے بارے میں شہادت جمع کر لیتا ہے تو پھر جمع کیے ہوئے حقائق کی وضاحت کی جاتی ہے اور ان سے نتائج نکالے جاتے ہیں۔ ریسرچ رپورٹ کو لکھتے وقت تحقیق کرنے والے کو کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں رہنمائی کے چند اصول بشا اور ہارٹر Busha & Harter کے حوالے سے یہاں پر درج کیے جاتے ہیں :

رپورٹ کو لکھتے ہوئے محقق کا مندرجہ ذیل مدارج سے سابقہ پڑتا ہے :

(الف) موزوں معلومات کا انتخاب جن کو ریسرچ رپورٹ میں شہادت کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

(ب) جمع کی ہوئی معلومات کا تجزیہ۔

(ج) اور بیانیہ رپورٹ کی تنظیم، تشکیل اور تحریر۔

مؤرخین کو چاہیئے کہ وہ اس شہادت کو زیادہ اہمیت دیں جو ان کے زیر تحقیق مسئلے کے لیے سب سے زیادہ اہم اور معنی خیز ہو۔ اس کی توضیح و توجیہ بھی کی جائے۔ تاریخ کے قارئین عام طور پر صرف حقائق کی فہرست ہی میں دلچسپی نہیں رکھتے۔ تحقیقی مطالعہ کے مقصد کے پیش نظر معلومات کو مربوط انداز میں پیش کیا جانا ضروری ہوتا ہے اور ان کی وضاحت بھی کی جانی چاہیئے۔"

"تاریخی تحقیق کی رپورٹ کو اس شہادت پر مبنی ہونا چاہیئے جس کو تنقیدی نقطہ نظر سے پرکھ لیا گیا ہو۔ حقائق اور توجیہات کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ قارئین ان کو زیر حوالہ شہادت کی روشنی میں جانچ پرکھ سکیں۔ تاریخی شہادت کو ایسے بیان کی شکل دی جاتی ہے جو کسی گذشتہ واقعہ کو صحیح صحیح بیان کرتا ہے۔ اس کے لیے ذہانت، متخیلہ، تجزیہ اور باریک بینی کی صفات مطلوب ہوتی ہیں۔ واضح پیرایۂ بیان اچھے مؤرخ کا مقصد ہوتا ہے۔ رپورٹ کو پہلے ابتدائی مسودے کی صورت میں لکھا جائے، پھر اس پر نظرثانی اس طرح کی جائے کہ ربط و تسلسل پر زور دیا جائے، خیالات میں وضاحت پائی جائے اور اسلوب میں روانی ہو۔ جو لوگ اس میدان میں کام کی ابتدا کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ وہ رپورٹیں اس خیال کے زیر اثر لکھیں کہ ان کے مخاطب لوگ صاحب علم، نقاد اور سکالرز ہیں۔ تاریخی بیان میں ذہنی دیانت کو رہنمائی فراہم کرنی چاہیئے۔ ۔ ۔ مورخ کو اس بات کے اعتراف کرنے پر آمادہ رہنا چاہیئے کہ اس کے نتائج آزمائشی نوعیت کے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعد میں دریافت ہونے والی معلومات ان کو کافی حد تک یا قدرے تبدیل کر دیں۔"

''تاریخ کی سچائی کا انحصار نہ تو اس شخص پر ہوتا ہے جو وضاحت کر رہا ہوتا ہے اور نہ ہی ریسرچ رپورٹ کے قاری پر ہوتا ہے ، بلکہ رپورٹ کی سچائی کو اس ڈگری سے ناپا جاتا ہے جہاں پر معلومات اور نتائج کو اس شہادت کے ساتھ جوڑا جاتا ہے ۔ جس کو غیر جانب دارانہ اور معروضی طریقے سے حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس کی توضیح کی جاتی ہے۔ تاریخ میں یہ خوبی پائی جانی چاہیئے کہ وہ ذہین لوگوں کو مطمئن کرے اور ماضی کو حال و مستقبل کے قارئین کے لیے دلچسپ اور قابل فہم بنائے۔ اگرچہ بعض تاریخی وضاحتیں لفظی طور پر واضح ہو سکتی ہیں ، لیکن وہ اس کے ساتھ ہی غلط بھی ہو سکتی ہیں مثلاً کوئی شخص معلوم کر سکتا ہے کہ کسی مؤرخ نے واقعات کی تصویر کشی نہایت واضح انداز کے ساتھ کی ہے ، لیکن اس کے نتائج ان واقعات کے رونما ہونے کے اسباب اور ان کی کیفیت کی غلط وضاحتوں پر مبنی ہو سکتے ہیں ۔ ایسی وضاحتیں اس وقت فراہم کی جاتی ہیں جب تاریخی تحقیق نا مکمل ، بے نتیجہ ، غیر یقینی اور محدود ہو ۔''

''جب مورخ تمام متعلقہ عوامل کو زیر غور لانے میں نا کام رہے تو جو تاریخ وہ لکھے گا ، وہ جانب دارانہ ہوگی ۔ مؤرخین اس وقت مکمل تاریخوں کی بجائے تخمینے اور اندازے پیش کرتے ہیں جب وہ ایسی وضاحتیں پیش کرتے ہیں جو ان لوگوں کے ریکارڈز سے نہیں لی جاتیں جو ان واقعات میں شریک تھے ۔ تاریخی واقعات کی وضاحتیں اس وقت بے نتیجہ ہوتی ہیں جب واقعات اور ان میں شریک لوگوں کے محرکات کے درمیان تعلقات کو مضبوطی سے قائم نہ کیا گیا ہو ۔ غیر یقینی تاریخی وضاحتیں نا کافی شہادت پر مبنی ہوتی ہیں ، جب کہ محدود تاریخیں وہ ہوتی ہیں جن کا اطلاق صرف ایک خاص صورت حال میں ہوتا ہے اور ان سے ایسے نتائج نہیں نکالے جا سکتے جن کا اطلاق ان جیسی صورتوں پر کیا جا سکے''[۴۲] ۔

حوالے

۱- شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی ، ''تاریخ التاریخ'' موسوم بہ اعلان بالتوبیخ لمن ذم لاھل التورخ ، ترجمہ سید محمد یوسف (لاہور : مرکزی اردو بورڈ ، ۱۹۶۸ء) ، ص - ۲۷-۳۰ -

2. C.V. Good and D.E. Scates, *Methods in Research, Educational, Psychological, Sociological* (New york : Appleton Century Crofts, 1954), p. 170.

3. Tyrus Hilway, *Introduction to Research* (2nd ed., Boston: Houghton Mifflin Co., 1974), p. 141.
4. Good and Scates, *op. cit.*, pp. 170-71.
5. Louis Cohen and Lawrence Manion, *Research Methods in Education* (London : Croom Helm, 1980), p. 32.
6. Deobold B. Van Dalen, *Understanding Educational Research, an Indroduction* (3rd ed., New york : McGraw Hill Book Co., 1979), pp. 349-50.
7. Charles H. Busha and Stephen P, Harter, *Research Methods in Librarianship, Techniques and Interpretation* (New York : Academic Press, 1980), pp. 119-20.
8. *Ibid.*, p. 101.
9. *Ibid.*, p. 102.
10. Tyrus Hilway, *op. cit.*, p. 147.
11. Van Dalen, *op. cit.*, pp, 353-55.
12. Tyrus Hilway, *op. cit.*, p. 144.
13. Good and Scates, *op. cit.*, p. 181.
14. Tyrus Hilway, *op. cit.*, p. 145.
15. Busha and Harter, *op. cit.*, pp. 106-107.
۱۶- غلام حسین ، تاریخ اورینٹل کالج (لاہور: یونیورسٹی اورینٹل کالج ، ۱۹۶۲ء) ، ص - ۱۵۳ -
۱۷- تبسم کاشمیری ، ''دستاویزی تحقیق'' ، اورینٹل کالج میگزین ، (جولائی ، ستمبر ۱۹۸۱ء) ، ص - ۵۸ -
18. Busha and Harter, *op. cit.*, p. 110.
19. Van Dalen, *op. cit.*, pp. 356-58.
۲۰- مرتضیٰ مطہری شہید ، ایران و مصر میں کتب سوزی (مسلمانوں پر عائد ایک تاریخی الزام کا جائزہ) ، مقدمہ و ترجمہ و حواشی سید عارف نوشاہی (راولپنڈی : مرکز تحقیقات ایران و پاکستان ، ۱۹۸۱ء ، ص - ۵۶ -
۲۱- ایضاً ، ص - ۵۹ -
۲۲- ایضاً ، ص - ۸۵ -
۲۳- مظفر عباس ، ابوالکلام آزاد — شخصیت اور فن (غیر مطبوعہ مقالہ پی ایچ۔ڈی پنجاب یونیورسٹی ، لاہور ، ۱۹۸۰ء) ، ص - ۳۳۵-۳۳۶ -
24. Tyrus Hilway, *op. cit.*, p. 152.
25. Good and Scates, *op. cit.*, pp. 198-199.